نظرات

حکومت کی یقین دہانی پر جمعیت علماے ہند نے تو اپنی "ملک و ملت بچاؤ" تحریک واپس لے لی، لیکن مسلم لیگ نے اپنی تحریک جاری رکھی، وہ چند روز تک روزانہ اپنا جتھہ بھیجتی رہی جو سول نافرمانی کا ارتکاب کر کے گرفتار ہوتا رہا اور رہا ہوتا رہا۔ لیکن یہ عجیب و غریب قسم کی خاموش تحریک سول نافرمانی تھی اس سے ایوان حکومت میں زلزلہ تو کیا آتا! کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔ نہ پبلک میں اس کا تذکرہ سُنا اور نہ اخبارات میں اس کا چرچا دیکھا، گویا یہ تحریک دیوانہ کا ایک خواب تھا جو نہ دیدنی ہوتا ہے اور نہ شنیدنی، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طرح کی چھچھوری باتوں اور ضعیف الحرکتیوں سے فائدہ کیا اور ان سے غرض کیا ہے؟ یہ محسوس کر کے سخت دکھ اور رنج ہوتا ہے کہ آج ملک کو آزادی سے ہم کنار ہوئے ۳۵ برس بیت گئے لیکن مسلمان اب تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے ہیں کہ اس ملک میں ان کا سیاسی موقف کیا ہونا چاہیے۔

حصول آزادی کے چند ماہ بعد ہی مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھنؤ میں مسلمانوں کا جو ایک نہایت اہم اور عظیم الشان کنونشن منعقد کیا تھا اُس میں مولانا نے بڑی صراحت اور صفائی سے فرمایا تھا کہ اب ہندوستان میں فرقہ وارانہ سیاست کے لیے پروان چڑھنے اور پنپنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلئے مسلمانوں کے فرقہ وارانہ سیاسی اداروں کو میرا مشورہ یہ ہے کہ اب وہ اپنے کاموں کو مسلمانوں کے مذہبی اور سماجی و ثقافتی امور و مسائل تک محدود رکھیں اور اگر وہ سیاسی کام کرنا چاہیں تو اس مقصد کے لیے مشترکہ اور جمہوری ادارے قائم کریں، اس سلسلہ میں مولانا نے ایسے مشترکہ سیاسی پلیٹ فارم کا

نام تجویز کرتے ہوئے بھی فرمایا تھا : "مثلاً انجمن اتحاد وترقی" فرقہ وارانہ سیاست کے جو عظیم نقصانات اور اس راہ میں جو خطرات ہیں مولانا نے تقریر میں ان پر بھی سیر حاصل روشنی ڈالی تھی۔ کنونشن کے اس خطاب عام کے علاوہ راقم نے متعدد پرائیویٹ مجلسوں میں بھی بعض اکابر زعماء وعلماء کی موجودگی میں مولانا ابوالکلام آزاد کو ان کے مخصوص لب ولہجہ میں یہ فرماتے سُنا ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے مذہب اور ان کے کلچر کا سوال ہے مسلمانوں کو اس پر سختی سے عامل اور ان کی تبلیغ واشاعت میں کوشاں رہنا چاہیے، اور اس معاملہ میں کسی کے ساتھ (COMPROMISE) کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ملّی تشخص کا تعین اس کے بغیر ممکن نہیں ہے، البتہ ایک جمہوری ملک میں اقلیت کے لیے فرقہ وارانہ سیاست کی راہ بڑی خطرناک ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تقسیم سے پہلے مسلمانوں کی فرقہ وارانہ سیاست سے ان کو فائدہ ہوا یا نقصان؟ اس سے بحث نہیں اور نہ ابھی وقت آیا ہے کہ اس سوال کا کوئی قطعی جواب معلوم ہوسکے، لیکن اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسرا مشورہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے مولانا کے مشورہ کی ذرا پروا نہیں کی، انھوں نے اسے اِس کان سُنا اور اُس کان اڑا دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم کے بعد سے اب تک زمین و آسمان زیر وزبر ہوگئے لیکن مسائل جو ملک کی سیاست کا جزء لاینفک ہیں اور جن کو پارلیمنٹری سیاست کہتے ہیں، ان پر بھی غور وفکر کرنے کا مسلمانوں کا ڈھنگ نہیں بدلا۔ ان کا یہ ڈھنگ فرقہ وارانہ طرز فکر کی آمیزش سے اب تک یکسر مبرا اور پاک وصاف نہیں ہوسکا ہے، چنانچہ مسلم لیگ اب تک قائم ہے۔ تقسیم کے بعد ایک نئی سیاسی جماعت بنی تو اس کا نام بھی "مسلم مجلس" ہوا۔ کوئی بتائے کہ ان دونوں جماعتوں نے اب تک مسلمانوں کی کونسی اور کیسی قابلِ ذکر خدمت انجام دی ہے، یا ان سے مستقبل میں کس فائدہ کی توقع کی جاسکتی ہے، مسلم مجلس مشاورت کا آغاز بڑے طنطنہ اور جوش وخروش سے ہوا تھا۔ لیکن اس نے بھی مسلمانوں کی کیا خدمات انجام دیں اور اب وہ ہے بھی تو کہاں ہے؟

اس مجلس کے صدر سے میں نے بارہا کہا کہ اس کے نام سے "مسلم" کا لفظ نکال دیا جائے تو یہ زیادہ فعال اور متحرک ہو سکتی ہے اور جناب صدر نے ہر بار مجھ سے ذاتی طور پر اتفاق رائے بھی کیا لیکن ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ ان کے ساتھی اس کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔

ان تمام باتوں سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مولانا ابو الکلام آزاد نے انھیں جو مشورہ دیا تھا انھوں نے اس کی پروا نہیں کی اور اس کی روشنی میں اب تک اپنا کوئی ایسا سیاسی موقف متعین نہیں کر سکے ہیں جو ان کے لیے ضروری ہے، ہمارے نزدیک ان کی موجودہ شکایات کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔

افسوس ہے پچھلے دنوں ہمارے نہایت فاضل دوست لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید کا لاہور میں، اور مولانا محمد رفیع صاحب کا انتقال دیوبند میں ہوگیا، اوّل الذکر پر تو ایک مضمون برہان کی آئندہ اشاعت میں شائع ہوگا۔ مولانا محمد رفیع صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے نواسے تھے، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور پختہ استعداد کے عالم تھے ان کے والد ماجد مولانا محمد شفیع صاحب جو علم و عمل، تقویٰ و طہارت اور فقر و درویشی میں سلف صالحین کے نمونہ تھے۔ عرصۂ دراز تک مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس رہے، مولانا محمد رفیع بھی عمر بھر اس مدرسہ میں استاد رہے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد مدرسہ کے ناظم بھی ہو گئے تھے۔ عملاً نہایت صالح، عابد و پرہیزگار، خوش پوشاک اور خوش اخلاق تھے، عمر ۸۷ برس کی ہوئی —
اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ